بالاکوٹ کی شہادت گاہ تک ہمارے خونِ شہادت کی مُہریں اور ہمارے شہیدوں کی قبریں ہیں۔ تم کو خدا نے اس زمین کے وسیع رقبے اور سرسبز و شاداب خطّے سپرد فرمائے اور بعض اوقات قلم کی ایک جنبش اور برائے نام کوشش نے تم کو عظیم سلطنتوں کا مالک بنا دیا۔ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَیْفَ تَعْمَلُوْنَ۔ اب اگر تم اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور تم نے آزادی کی اس نعمت اور خداداد سلطنت کی اس دولت کو جاہ و اقتدار کے حصول اور حقیر و فانی مقاصد کی تکمیل کا ذریعہ بنایا، تم نے اپنے نفوس اور اپنے متعلقین، ملک کے شہریوں اور باشندوں پر خدا کی حکومت اور اسلام کا قانون جاری نہ کیا اور تمہارے ملک اور تمہاری سلطنتیں اپنی تہذیب و معاشرت اور اپنے معاملات میں اور تمہارے حاکم اپنے اخلاق و سیرت اور اپنی تعلیم و تربیت میں غیر اسلامی سلطنتوں اور غیر مسلم حاکموں سے کوئی امتیاز نہیں رکھتے، تو تم آج دنیا کی ان قوموں کے سامنے جن سے تم نے مسلمانوں کے لیے الگ خطۂ زمین کا مطالبہ کیا اور کل خدا کی عدالت میں جہاں اس امانت کا ذرہ ذرہ حساب دینا پڑیگا، کیا جواب دو گے؟ خدا نے تم کو ایک ایسا نادر و زریں موقع عطا فرمایا ہے، جس کے انتظار میں چرخِ کہن نے سینکڑوں کروٹیں بدلیں اور تاریخ اسلام نے ہزاروں صفحے اُلٹے، جس کی حسرت و آرزو میں خدا کے لاکھوں پاک نفس اور عالی ہمت بندے دنیا سے چلے گئے۔ اس موقع کو اگر تم نے ضائع کر دیا تو اس سے بڑا تاریخی سانحہ اور اس سے بڑھ کر حوصلہ شکن اور یاس انگیز واقعہ نہ ہوگا۔ بالاکوٹ کے ان شہیدوں کا جو ایک دُور افتادہ بستی کے ایک گوشے میں آسودۂ خاک ہیں۔ اُن سب لوگوں کے لیے جو اقتدار و اختیار کی نعمت سے سرفراز اور ایک آزاد اسلامی ملک کے باشندے ہیں، پیغام ہے کہ فَهَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ (کیا یہ احتمال بھی ہے کہ اگر تمہاری حکومت ہو تو تم زمین میں فساد کرو اور قطع رحمی سے کام لو۔)

© rasailojaraid.
© rasailojaraid.

ہدایت القرآن

مولانا محمد تقی امینی

سورۂ فاتحہ مکّی ہے[1]

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

شروع اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے[2]

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝

"اللہ ہی ہر تعریف کے لائق ہے جو سارے جہان کا پروردگار ہے رحمٰن اور رحیم ہے۔ جزا کے دن کا مالک ہے[3]"

© rasailojaraid.c

[1] قرآن اللہ کی کتاب ہے اسی نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے اس کو اتارا ہے دنیوی
ندگی کے جن گوشوں میں اللہ کی ہدایت و رہنمائی کے بغیر چارہ نہ تھا یہ کتاب ان تمام گوشوں کو اپنے
ر سمیٹے ہوئے ہے اس میں ۱۱۴ سورتیں ہیں جس طرح ہماری کتابیں ابواب میں تقسیم ہوتی ہیں اللہ
ی کتاب سورتوں میں تقسیم ہے۔ سورۃ کے لفظی معنی بلندی کے ہیں۔ اس لحاظ سے ہر سورۃ انسان
و بلند مقام کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

ان سورتوں میں بعض مکی ہیں اور بعض مدنی ہیں۔ ہجرت سے پہلے جو سورتیں یا ان کا بیشتر حصہ
زل ہوا ان کو مکی سورتوں میں شمار کیا گیا۔ اور ہجرت کے بعد جو سورتیں یا ان کا بیشتر حصہ نازل ہوا ان کو
نی سورتوں میں شمار کیا گیا ہے۔

مکّی اور مدنی کی یہ تقسیم جگہ کے لحاظ سے نہیں ہے بلکہ حالات کے لحاظ سے ہے یعنی ہجرت
سے پہلے کی دعوت پیش کرنے کے جو حالات تھے اور ان کے لحاظ سے جو آیتیں اور سورتیں نازل
ئیں وہ مکّی کہلاتی ہیں اگرچہ خاص مکّہ میں نازل ہوئی ہوں، اور ہجرت کے بعد (قرآن) کی دعوت
یش کرنے کے جو حالات تھے اور ان کے لحاظ سے جو آیتیں اور سورتیں نازل ہوئیں وہ مدنی کہلاتی

© rasailojaraid.c

ہیں اگرچہ خاص مدینہ میں نہ نازل ہوئی ہوں۔

مکی اور مدنی تقسیم سے دعوتی طریق کار کی طرف رہنمائی ہوتی ہے کہ جس طرح کسی جماعت کو کسی اہم کام کے لیے تیار کرنا ہوتا ہے تو اس کی حالت ضرورت اور استعداد کو ملحوظ رکھ کر ہدایتیں اور حکم و احکام کا سلسلہ جاری کیا جاتا ہے۔ اسی طرح قرآن کے پیش نظر ابتداءً ایک ایسی جماعت تیار کرنی تھی جو ساری دنیا کی رہنمائی کے لیے نمونہ کا کام دے سکے۔ اس کی حالت ضرورت اور استعداد کو ملحوظ رکھ کر ایک خاص ترتیب کے ساتھ آیتوں اور سورتوں کے اتارنے کا سلسلہ جاری کیا گیا تھا۔ اس ترتیب کو تاریخ نزول و شانِ نزول کے علم کے ذریعہ ضروری حد تک محفوظ رکھا گیا ہے۔

لیکن قرآن کا انداز بیان صرف دعوت و خطابت کا نہیں ہے بلکہ ضابطۂ حیات اور زندگی کے لیے دستور العمل کا بھی ہے اس بنا پر لازمی طور سے ایک اور ترتیب ہونی چاہیئے جو دعوتی ترتیب سے یقیناً مختلف ہوگی اور یہ ترتیب پہلی کے مقابلہ میں زیادہ اہم اور زیادہ توجہ طلب ہوگی کہ اسی کو ہمیشہ کے لیے تمام انسانوں کی رہنمائی کے لیے باقی رکھنا تھا پھر اس ترتیب میں نظم و ضبط اور باہمی ربط و تعلق کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہوگا کہ غیر منظم و غیر مربوط کلام سے ضابطۂ حیات اور دستور العمل کی ٹھیک طرح وہ ضرورت نہ پوری ہو سکے گی جو قرآن کا مقصود و مطلوب ہے۔

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس ترتیب کی طرف خصوصی توجہ فرماتے تھے اور جو آیتیں اور سورتیں نازل ہوتیں اللہ کی ہدایت کے مطابق آپ خود ان کی مناسب جگہ تجویز فرما کر وحی کے لکھنے والوں کو حکم دیتے تھے کہ فلاں آیتوں کو فلاں آیتوں کے بعد اور فلاں سورتوں کو فلاں سورتوں کے بعد لکھا جائے اب جس ترتیب کے ساتھ قرآن موجود و محفوظ ہے یہ وہی ترتیب ہے جو اللہ کے حکم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کی ہے اور جس میں اس کے ضابطۂ حیات اور دستور العمل ہونے کی زیادہ رعایت ہے۔ اس ترتیب میں اکثر وہ سورتیں پہلے ہیں جو بعد میں نازل ہوئی ہیں اور جو بعد میں ہیں وہ پہلے نازل ہوئی ہیں۔ آخری پاروں کی بیشتر سورتیں مکی ہیں جو پہلے نازل ہوئی ہیں لیکن وہ آخر میں رکھی گئی ہیں اور انہیں پر کتاب ختم ہو رہی ہے سورۃ بقرہ ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہے لیکن اس کو سورۃ فاتحہ کے بعد رکھا جو چکی ہے اور اسی سے کتاب الٰہی کا دوسرا سبق شروع ہوتا ہے۔ اس طرح قرآن کی دو ترتیبیں ہیں۔

(۱) نزولی ترتیب جس میں حالت، ضرورت اور استعداد کی رعایت کی گئی ہے مکی اور مدنی تقسیم

© rasailojaraid.
© rasailojaraid.

سے اس کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور تاریخِ نزول و شانِ نزول کے علم سے اس کا پتہ لگایا جاتا ہے۔

(۲) کتابی ترتیب جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی ہدایت کے مطابق کتابی شکل میں ترتیب دی ہے جس میں ضابطۂ حیات اور دستور العمل کی رعایت کی گئی ہے اس کے غیر منظم اور غیر مربوط ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ غالباً یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ یہ ترتیب کتابِ الٰہی کی ترتیب ہے کسی بندے کی لکھی ہوئی کتاب کی ترتیب نہیں ہے۔ اس بناء پر اس کو کسی اور کتاب پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔

۲؎ اللہ اور بندے کے درمیان جیسا تعلق ہے اس کے لحاظ سے ہر کام کی ابتداء اللہ کے نام سے ہونی چاہیئے کہ وہی بندوں پر سب سے زیادہ مہربان ہے اور اسی کی مدد کا سب سے زیادہ سہارا ہے۔

۳؎ سورۃ فاتحہ کتابِ الٰہی کا پہلا سبق ہے۔ فاتحہ اس کو کہتے ہیں جس سے کوئی شئے شروع کی جائے۔ اس سورہ سے قرآن شروع کیا گیا ہے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام فاتحۃ الکتاب رکھا ہے۔ اسی کا مختصر نام فاتحہ ہے۔

سورۂ فاتحہ میں پہلے اللہ کا تعارف کرایا گیا ہے۔ پھر اللہ سے بندوں کا تعلق بتایا گیا ہے۔ اللہ کے تعارف میں جس پر سب سے زیادہ زور ہے وہ یہ ہے کہ اللہ خوف و دہشت کی طاقت نہیں ہے کہ جس سے بھاگا جائے بلکہ محبت و رحمت کا پیام ہے کہ اس کی طرف دوڑا جائے۔ چنانچہ پہلے ہی اللہ کی تین صفتیں بیان کی گئی ہیں (۱) پروردگاری (۲) رحم و کرم اور (۳) عدل و انصاف۔

ان تینوں صفتوں کے ذریعہ انسان ہی کی نہیں کائنات کے ذرہ ذرہ کی پرورش۔ حفاظت، نگرانی اور رزق کا سروسامان ہوتا ہے۔ ابتداء لفظ حمد سے کی گئی ہے جس کے معنی تعریف کے ہیں۔ کسی کی تعریف اس کی خوبیوں کی بناء پر ہوتی ہے۔ اللہ نہ صرف ہر قسم کی خوبیوں سے آراستہ ہے بلکہ سارے جہان میں جس قدر خوبیاں ہیں وہ اسی کی عطا کی ہوئی ہیں۔ پھر ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر تعریف کا مستحق اور کون ہو سکتا ہے؟

(۱) پروردگاری یہ ہے کہ ہر ایک کی پرورش، حفاظت، نگرانی اور رزق کا سلسلہ آخری حد اور آخری دم تک جاری رہے جس وقت جس چیز کی ضرورت ہو اور جیسی حفاظت و نگرانی درکار ہو اس کے لحاظ سے پورا پورا بندوبست ہو اور کسی گوشہ میں کسی وقت کسی چیز کی کمی نہ پائی جائے۔

© rasailojaraid.
© rasailojaraid.

(۲) رحم وکرم یہ ہے کہ ہر وقت زوروں کے ساتھ اس کی رحمت کی بارش ہوتی رہے اس کے لیے رحمٰن اور رحیم دو لفظ لائے گئے ہیں اور دونوں رحمت کے دو مختلف پہلوؤں کو ظاہر کرتے ہیں رحمٰن رحمت کے جوش و خروش کو ظاہر کرتا ہے اور رحیم رحمت کی پائداری و ہمیشگی کو ظاہر کرتا ہے یعنی اللہ کی رحمت ہر وقت جوش میں رہتی ہے وہ وقتی و عارضی نہیں ہوتی ہے بلکہ ہمیشہ پائداری کے ساتھ جاری رہتی ہے۔

عدل و انصاف یہ ہے کہ وہ اچھے بُرے کاموں کا بدلہ دیتا ہے۔ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (وہ بدلہ کے دن کا مالک ہے) میں دین کے معنی بدلہ ہیں جو نیکی کی جزا اور برائی کی سزا دونوں کو شامل ہے۔ اللہ بادشاہوں کی طرح نہیں ہے کہ وہ خوش ہوئے تو آسمان پر بٹھا دیا ناخوش ہوئے تو سولی پر لٹکا دیا۔ بلکہ انسان کی اچھائی برائی کمائی جیسی ہوتی ہے اس کے لحاظ سے اچھا برا بدلہ دیتا ہے۔ عدل و انصاف اس کی رحمت کے خلاف نہیں ہے بلکہ رحمت ہی کا تقاضا ہے۔ کہ ظالم و مظلوم کار آمد و ناکارہ اور بھلائی و برائی کو یکساں نہ رکھا جائے بلکہ ضروری ہے کہ مظلوم کی دادرسی کی جائے، ظالم کی پکڑ ہو، کار آمد کو باقی رکھا جائے، ناکارہ کو ہٹا دیا جائے، بھلائی کو قوت پہنچائی جائے اور برائی کو کمزور کیا جائے۔ اگر ایسا نہ ہوا بلکہ ظالم و مظلوم، کار آمد و ناکارہ اور بھلائی و برائی کو یکساں رکھا گیا تو رحمت زحمت میں تبدیل ہو جائے گی اور دنیا کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔

اے اللہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

بندوں کا اللہ کے ساتھ تعلق میں جس پر سب سے زیادہ زور ہے وہ یہ ہے کہ بندہ ہر حال میں اور ہر لحاظ سے اس کا بندہ ہے وہی اس کی تمام ضرورتوں کو پوری کرتا ہے وہی ہر موقع پر اس کی مدد کرتا ہے اور وہی صرف وہی اس کا مستحق ہے کہ عجز و نیازمندی کی گردن اس کے سامنے جھکے اس میں نہ کسی اور کی شرکت ہو اور نہ اسکے ساتھ چالاکی کا رویہ اختیار کیا جائے۔

اللہ کے ساتھ شرکت کسی درجہ میں بھی گوارا نہیں ہے اگر شرکت گوارا ہوتی تو اس کے لیے سب سے زیادہ لائق وہ ذات اقدس (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تھی جو انسانوں میں سب سے زیادہ افضل اور پیغمبروں میں سب سے زیادہ برتر ہے لیکن جس مضبوطی اور تاکید کے ساتھ آپؐ کی شرکت سے انکار کیا گیا ہے اس کے بعد کسی بزرگ، ولی اور دلیوی دیوتا کی شرکت کا دور دور وہم بھی ختم ہو جاتا ہے،

© rasailojaraid.

چنانچہ دائرۂ اسلام میں داخل ہونے کا بنیادی کلمہ یہ ہے۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

"میں اقرار کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اقرار کرتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں"۔

اس کلمہ میں جس طرح اللہ کی توحید کا اقرار ہے ٹھیک اسی طرح رسول اللہؐ کے بندہ ہونے اور رسولؐ ہونے کا اقرار ہے جو بندہ ہوگا وہ آقا کا شریک نہیں ہوسکتا جو رسول ہوگا وہ اوتار نہیں ہوسکتا۔ کوئی شخص اسلام میں اس وقت تک داخل نہیں ہوسکتا جب تک رسول اللہؐ کے بندہ ہونے کا اقرار نہ کرے اور "اوتار" ہونے سے انکار نہ کرے۔ اللہ کا رسولؐ ہر حال میں رسولؐ اور بندہ رہتا ہے نہ کبھی اللہ کے اختیارات لے کر وہ آتا ہے اور نہ کبھی اللہ اس کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

اللہ کے ساتھ چالاکی یہ ہے کہ زبان سے تعلق کا اظہار ہو اور عمل میں اس کی خاطر اپنے فائدہ اور ذاتی غرض کی قربانی دینے کے لئے تیاری نہ ہو۔ جب تک اپنے فائدہ اور ذاتی غرض سے ٹکراؤ نہ ہو اللہ سے تعلق نہایت جوش وخروش کے ساتھ ظاہر کیا جائے اور جہاں اس کی خاطر کسی فائدہ کو چھوڑنے اور ذاتی غرض قربان کرنے کا وقت آجائے بس وہیں اس تعلق کو خیر باد کہہ کر فائدہ حاصل کر لیا جائے اور غرض پوری کرلی جائے۔

عبادت کے معنی لغت میں اللہ کی عظمت و بڑائی کے سامنے اپنی انتہائی عاجزی و ذلت ظاہر کرنا اَلْعِبَادَةُ غَايَةُ الذُّلِّ (المفردات) چنانچہ کلام عرب میں طَرِيْقٌ مُعَبَّدٌ اس راستہ کو کہا جاتا ہے جو پاؤں سے خوب روندا گیا ہو۔ لیکن قرآن میں جس عبادت کا حکم ہے اور بندہ مذکورہ آیت میں جس عبادت کا اقرار کرتا ہے اس سے مراد وہ عبادت ہے جس میں اللہ کی عظمت و بڑائی کے سامنے انتہائی عاجزی و ذلت کا اظہار انتہائی محبت و دل کی لگن کے ساتھ ہو۔ اللہ بندہ کا صرف آقا و حاکم نہیں ہے بلکہ محبوب و من موہن (دل کا پیارا) بھی ہے قرآن میں ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ	جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں وہ سب سے
(البقرہ : ۱۶۵)	زیادہ اللہ سے محبت رکھنے والے ہیں۔

اس بناء پر جو عبادت محبت کے بغیر ہوگی اس میں صرف ضابطہ (قانون) کی خانہ پری ہوگی اور دل و جان سے اللہ کی وفاداری نہ ہوگی اس میں قانون کی خشکی ہوگی اور محبت کی چاشنی

© rasailojaraid.

سے محروم ہو گی جبکہ اللہ کو مطلوب وہ عبادت ہے جس میں محبت کی چاشنی بھی ہو۔

عبادت کے دائرہ میں بڑی وسعت ہے ہر وہ کام اور بات عبادت ہے جس سے اللہ راضی ہو اور جو اللہ کو پسندیدہ ہو۔ مثلاً سچائی، امانت، دیانت، رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک، ماں باپ کی فرماں برداری، شوہر بیوی اور اولاد کے حقوق کی ادائیگی عہد اور قول و قرار کی پابندی۔ اچھی باتوں کی طرف رغبت دلانا اور بری باتوں سے روکنا۔ . . . ظلم و فساد کے خلاف جہاد، یتیموں مسکینوں اور ماتحتوں کے ساتھ بہتر سلوک، دعا ذکرِ الٰہی تلاوتِ قرآن، اللہ و رسولؐ سے محبت، رحمتِ الٰہی کی امید، عذابِ الٰہی سے خوف، اخلاص، صبر، شکر، توکل، اللہ کے فیصلے پر رضامندی اور تمام وہ باتیں اور کام عبادت کے دائرہ میں ہیں جو اپنی ذات کے لیے، گھروالوں کے لیے، عزیزوں، رشتہ داروں کے لیے اور اللہ کے دوسرے تمام بندوں کے لیے نفع پہنچانے والے ہوں یا نقصان سے بچانے والے ہوں۔

اسی لیے لغت میں عبادت کے معنی اطاعت و فرماں برداری کے بھی آتے ہیں کہ زندگی کے تمام حالات و معاملات میں بندہ اللہ اور صرف اللہ کی اطاعت و فرماں برداری کرے العبادۃ الطاعۃ (لسان العرب) ایسا نہ ہو کہ رکوع میں عجز و نیاز مندی کی گردن اللہ کے سامنے جھکے، سجدہ میں اس کی عظمت و بڑائی کے سامنے اپنی انتہائی عاجزی و ذلت ظاہر کرے اور زندگی کے دوسرے حالات و معاملات میں خودسر ہو جائے یا کسی اور کی ایسی فرماں برداری کرے جو اللہ کی فرماں برداری سے ٹکراتی ہو۔ بندہ ہر حال میں اللہ کا بندہ ہے خواہ مسجد و گھر میں ہو محلہ و بازار میں ہو۔ افسر کی ماتحتی میں ہو یا حکومت کی کرسی پر ہو۔

عبادت کے اس وسیع دائرہ کا ثبوت قرآن میں بھی ہے چنانچہ ہر پیغمبر نے اپنی قوم سے یہ کہا کہ:

اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ (نحل: ۳۵) — کہ تم اللہ کی بندگی کرو۔

دوسری جگہ ہے۔

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (یٰسین: ٦٠)

اے اولادِ آدمؑ کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا کہ تم شیطان کی بندگی نہ کرو کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

© rasailojaraid.